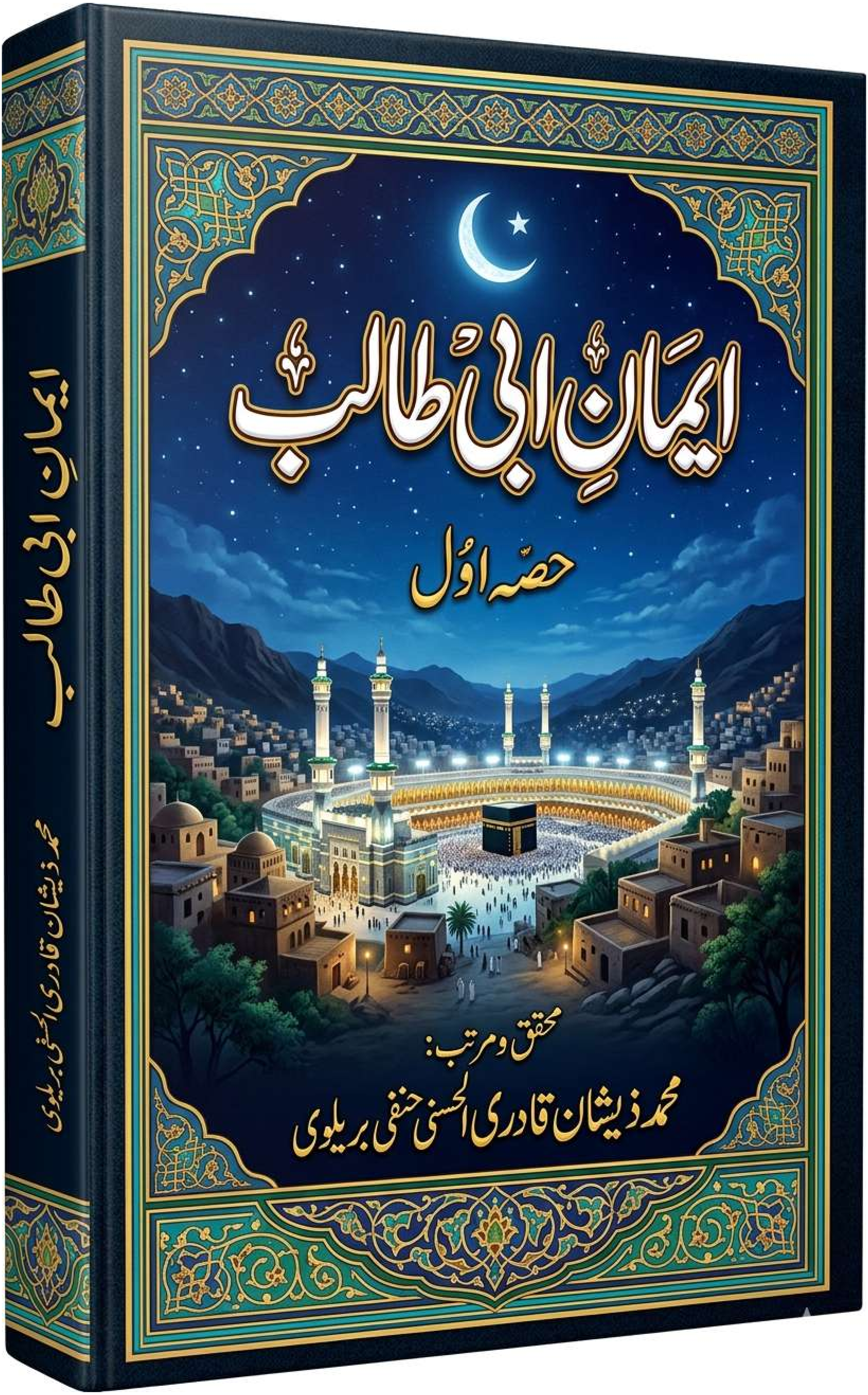

ایمانِ ابی طالبؓ
حصہ اوّل
محقق و مرتب:
محمد ذیشان قادری الحسنی حنفی بریلوی
ایمان ابی طالبؓ
محمد ذیشان قادری الحسنی حنفی بریلوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

نام رسالہ: ایمانِ ابو طالب (حصہ اول)۔


محقق و مرتب: محمد ذیشان قادری الحسنی حنفی بریلوی۔

زیرِ سایہ: پیر محمد توقیر اقبال قادری حسنی نقشبندی سرکار۔

خاکِ پا: سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ۔



تاریخِ تحریر: جمادی الاول (1445ھ)، دسمبر (2023ء)۔

صفحات: 09



ای میل: see.zee480@gmail.com


مطالعہ آن لائن: /https://archive.org




خانقاہِ اولیاء قادریہ حسنیہ انٹرنیشنل لاہور پاکستان

## ایمانِ ابو طالب فرامینِ مولا علی رضی اللہ عنہ اور کتبِ شیعہ کی روشنی میں

آج کل مسلہ ایمانِ ابو طالب پر بہت بحث ہو رہی ہے اس موضوع پر جلد ہم تفصیل سے لکھیں گے اور دونوں فریقین کے دلائل بھی پیش کرینگے اس وقت ہم صرف حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک پیش کر رہے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ احباب اس پر غور فرمائیں گے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عالم حضرت ابو طالب کا ہمدرد نہیں ہو سکتا۔

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ترجمہ: حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میرے والد فوت ہوئے تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ ﷺ کے چچا فوت ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا کر انہیں کسی گڑھے میں چھپا دو۔ میں نے عرض کی: یقیناً وہ تو مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جائیں اور انہیں دفنا دیں، لیکن جب تک میرے پاس واپس نہ آئیں کوئی نیا کام نہ کریں۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کرنے کا حکم فرمایا۔

(مسند الطیالسی الجزء الاوّل عربی صفحہ نمبر 113 حدیث نمبر 122، حدیث صحیح وسندہ حسن متصل)

(مسند ابو داؤد طیالسی مترجم اردو جلد 1 صفحہ نمبر 98 حدیث 122 مطبوعہ پروگریسو بکس اردو بازار لاہور)

حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: آپ ﷺ کے گمراہ چچا فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو کون دفنائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جائیں اور اپنے والد کو کسی گڑھے میں دبا دیں۔

(سنن ابی داؤد عربی جلد نمبر 3 حدیث نمبر 3214 مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام ابن جارود رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح" قرار دیا ہے۔(کمافی الاصابتہ لابن حجر: 7/114)

مسئلہ ایمانِ ابو طالب کے بارے میں بعض لوگ قدر غلو سے کام لے رہے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ سنی کہلانے والے بڑے بڑے پیر بھی اس مسئلے میں متبع روافض نظر آرہے ہیں۔ ہم نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ابو طالب کے متعلق خاموشی کو احوط سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اجلہ صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم اور ائمہ وفقہا علیہم الرّحمہ کے خلافِ عمل، ابو طالب کے قصیدے پڑھے جائیں اور ابو طالب کو مسلمان نہ سمجھنے والوں کے متعلق گندی زبان استعمال کی جائے۔ قائلین ایمانِ ابو طالب ہوش کے ناخن لیں، شاید انہیں معلوم نہیں کہ صحیح حدیث کے مطابق حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ فداہ ابی وامی بھی ابو طالب کو "ضال" سمجھتے تھے۔ ان باطنی رافضیوں اور ظاہری خارجیوں کی زد میں صرف حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ہی نہیں دیگر اہل بیت واصحاب رسول رضی اللہ عنہم بھی آجاتے ہیں جو ایمانِ ابو طالب کے قائل نہیں تھے۔

## ایمانِ ابو طالب کتبِ شعیہ کی روشنی میں

تعجب کی بات ہے کہ ایمان ابو طالب پر شیعہ کتب میں ایک ضعیف ترین روایت بھی موجود نہیں ہے۔ تاریخ اسلام، اہلسنت کتب حتی کہ شیعہ کتب کی کسی بھی روایت میں وہ اہم واقعہ بیان ہی نہیں ہوا کہ جنابِ ابو طالب نے فلاں موقعہ پر توحید و رسالت کی گواہی دی۔ جنابِ ابو طالب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جنابِ ابو طالب نے اسلامی شریعت پر عمل کیا۔ جنابِ ابو طالب نے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔

جن آیات قرآنی سے شیعہ استدلال کرتے ہیں ان سے جنابِ ابو طالب کا ایمان ثابت ہی نہیں ہوتا اور کچھ احکامات تو جنابِ ابو طالب کی وفات کے بعد نازل ہوئے۔

شیعوں کے ہاں کھینچ کھانچ کے اقوال معصومین پر ایمان ابو طالب تسلیم کیا جاتا ہے۔ دلچسپ بات

یہ ہے کہ شیعہ کی اصول اربعہ کی اوّل نمبر کتاب اصول کافی میں ایک صحیح السند قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا موجود ہے جو ان تمام اقوال معصومین کی نفی بیان کرتا ہے، جو شیعہ حضرت ابو طالب کے ایمان کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔



شیخ الکلینی نے اپنی کتاب الکافی میں ایک روایت نقل کی ہے جو اس طرح ہے:

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو طالب علیہ السلام کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے، انہوں نے ایمان کو چھپایا اور شرک کو ظاہر کیا، پس خدا نے انکو دو اجر دیئے۔

(الاصول الکافی، شیخ یعقوب الکلینی (اردو ترجمہ) / جلد 3 / کتاب الحجت / باب: مولد النبی (ﷺ) ووفاتہ / صفحہ: 22 / رقم 28 / طبع الھند)

تحقیق السند: علي بن إبراهيم: یہ بالاتفاق ثقہ ہے۔ شیخ نجاشی نے فرمایا: "علي بن إبراهيم بن هاشم أبو الحسن القمي، ثقة۔

لہذا یہ روایت بلکل صحیح ہے، اس میں کسی باشعور اہل علم شخص کو شک نہیں ہونا چاہیے۔ اس روایت کو ان علماء نے بھی صحیح یا حسن قرار دیا ہے: الشیخ هادي النجفي نے اپنی کتاب موسوعۃ جلد 5 صفحہ 321 میں اس کے بارے میں فرمایا: اس روایت کی سند صحیح ہے۔

السید محمد علی الابطحی نے تھذیب المقال جلد 5 صفحہ 452 میں کہا: صحیح۔

العلامتہ المجلسی نے الکافی کی شرح مرآۃ العقول فی شرح أخبار آل الرسول، جلد 5، ص: 253 میں اس روایت کے بارے میں فرمایا: الحدیث حسن۔ (یہ حسن حدیث ہے)

کم و بیش یہی روایت کئی اور شیعہ کتب میں بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر:

(البرھان فی تفسیر القرآن الجزء الثانی تألیف السید ھاشم بن سلیمان البحرانی)

(وسائل الشیعہ جلد 16 صفحہ نمبر 225)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ روایت اہل تشیع کے اصولوں کے مطابق

ایک صحیح السند روایت ہے۔اس روایت میں دو نکات غور طلب ہیں۔

1۔جنابِ ابو طالب کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے۔

2۔جنابِ ابو طالب نے ایمان کو چھپایااور شرک کو ظاہر کیا۔



قرآن کریم میں اصحاب کہف کا قصہ سورت الکھف میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ہم اُن کے حالات تم سے صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔وہ کئی جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی۔(13)۔اور ان کے دلوں کو مربوط (یعنی مضبوط) کردیا۔جب وہ (اُٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ہم اس کے سوا کسی کو معبود (سمجھ کر) نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی۔(14)۔ان ہماری قوم کے لوگوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔بھلا یہ ان (کے خدا ہونے) پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے۔تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ افتراء کرے۔

ان آیات کے مطابق اصحاب کہف نے اپنے ایمان کو ہرگز نہیں چھپایا تھا بلکہ اللہ عزوجل پر ایمان کا برملا اظہار کرتے ہوئے بتوں سے بیزاری ظاہر کی تھی۔اسی لیے تو بادشاہ دقیانوس کے خوف سے غار میں چھپ گئے تھے۔اگر اصحاب کہف اپنا ایمان ظاہر نہ کرتے تو پھر انہیں غار میں چھپنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟

جنابِ ابو طالب نے بھی اگر اصحاب کہف کی طرح ایمان کا اظہار کیا ہوتا اور بتوں سے بیزاری ظاہر کی ہوتی تو اس روایت میں ان کے ایمان کو ظاہر کرنا ضرور بیان کیا گیا ہوتا، لیکن اس کے بجائے روایت میں واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ جنابِ ابو طالب نے ایمان کو چھپایااور شرک کو ظاہر کیا۔یعنی روایت کے دونوں حصے نہ صرف ایک دوسرے سے متعارض ہیں بلکہ شیعہ کے

عقیدے ایمان ابو طالب کو بھی جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ اہلسنت کے نزدیک یہ جھوٹی روایت ہے اور اس سے شان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی بری طرح مجروح ہوتی ہے۔ کیا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اتنا علم بھی نہ تھا کہ اصحاب کہف نے اپنا ایمان ظاہر کیا تھا اور اسی وجہ سے غار میں چھپ گئے تھے، اور یہ مثال جنابِ ابو طالب کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔

روایت کے دوسرے حصے کے مطابق اہل تشیع کے ہاں جنابِ ابو طالب پوری زندگی شرک کرتے رہے یعنی بت پرستی کرتے رہے جبکہ اہلسنت کے ہاں جنابِ ابو طالب کو مشرک نہیں بیان کیا گیا بلکہ ان کا آخری گھڑی تک دینِ ابراہیمی پر قائم رہنا بیان ہوا ہے۔

ایک طرف شیعہ طبقہ اہلسنت پر جنابِ ابو طالب کی توہین کا الزام لگاتے ہیں تو دوسری طرف خود ان کی اوّل درجہ کی کتاب میں امام کے نام سے ایسی روایت موجود ہے جو جنابِ ابو طالب کو پوری زندگی شرک اور بت پرستی کرتے رہنا بیان کر رہی ہے۔ حد تو یہ بھی ہے کہ شیعہ جیّد علماء امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس جھوٹی روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اس کی توثیق کر کے نہ صرف حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بلکہ حضرت ابو طالب کی بھی توہین کرتے آرہے ہیں۔

اہل تشیع کی صحیح السند روایت سے اہل سنت کا مؤقف ثابت ہوتا ہے کہ جنابِ ابو طالب کا اسلام قبول کرنا، اعلان کرنا، اسلامی شریعت پر عمل کرنا وغیرہ کسی صحیح السند روایت سے ثابت نہیں ہے اس روایت میں اصحاب کہف کی مثال غلط دی گئی ہے، کیونکہ قرآن سے متعارض ہے۔

اب اہل تشیع کے پاس دو راستے ہیں۔ اصحاب کہف کی طرح جنابِ ابو طالب کا ایمان قبول کرنا اور بتوں سے بیزاری ظاہر کرنا ثابت کریں؟ یا روایت کے دوسرے حصہ کو تسلیم کریں کہ جنابِ ابو طالب نے پوری زندگی اسلام قبول نہیں کیا تھا جو کہ اہلسنت کا مؤقف ہے۔

شیعہ عالم ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی 460ھ القصص : 65 کی تفسیر میں لکھتے ہیں :
حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما)، مجاہد، حسن اور قتادہ وغیرہ ہم سے مروی ہے کہ یہ آیت (القصص : 65) ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور ابو عبداللہ اور ابو جعفر سے مروی ہے کہ ابو طالب مسلمان تھے اور اسی پر امامیہ کا اجماع ہے اور ان کا اس میں اختلاف نہیں ہے اور ان کے اس پر دلائل قاطعہ ہیں، یہاں ان کو ذکر کا موقعہ نہیں ہے۔
(البتیان ج 8 ص 461 دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیعہ عالم ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی (من علماء القرن السادس) الانعم : 62 کی تفسیر ہیں لکھتے ہیں : ابو طالب کے ایمان پر اہل بیت کا اجماع ہے اور ان کا اجماع حجت ہے کیونکہ وہ اس ثقلین میں سے ایک ہیں جن کے ساتھ تمسک کرنے کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ تمسک کروگے تو گمراہ نہیں ہوگے، اور اس پر یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) فتح مکہ کے دن اپنے والد ابو قحافہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئے، وہ اسلام لے آئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس بوڑھے کو کیوں لے کر آئے، وہ نابینا تھے، میں خود ان کے پاس آجاتا، حضرت ابو بکر نے کہا میرا ارادہ تھا اللہ تعالیٰ ان کو اجر عطا فرمائے گا، اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے زیادہ خوشی ابو طالب کے اسلام لانے سے ہوئی تھی جس کے اسلام لانے سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی تھیں نبی ﷺ نے فرمایا : تم نے سچ کہا۔
ابو طالب کے وہ اقوال اور اشعار جن سے ان کے اسلام کا پتا چلتا ہے بہت زیادہ ہیں، بعض اشعار یہ ہیں :

کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم نے محمد کو موسیٰ کی طرح نبی پایا ان کا ذکر پہلی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔
سنو بیشک احمد ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور وہ جھوٹ نہیں لائے۔

(مجمع البیان جز4 ص445-444 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

شیعہ عالم محمد حسین الطباطبائی القصص: 65 کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ابو طالب کے ایمان کے متعلق ائمہ اہل بیت کی روایات مشہور ہیں اور نبی ﷺ کی تصدیق اور آپ کے دین کے برحق ہونے کے متعلق ان کے اشعار بہت زیادہ ہیں، اور جب نبی ﷺ کمسن تھے تو انہوں نے ہی آپ کو پناہ دی تھی، اور بعثت کے بعد ہجرت سے پہلے انہوں نے ہی آپ کی حفاظت کی تھی اور مہاجرین اور انصار نے ہجرت کے بعد دس سال تک جو آپ کی نصرت اور حفاظت کی ہے اس کے برابر ہجرت سے پہلے دس سال تک ابو طالب نے آپ کی حفاظت کی۔

(المیزان ج61 ص75، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران)

شیخ طبرسی نے جو روایت پیش کی ہے اس کا کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا، اور نہ ان اشعار کی کوئی سند ہے

## ایمانِ ابو طالب کے متعلق ایک حدیث کی تحقیق

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ترجمہ: جب ابو طالب نے اپنے (ایمان کے) بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حرص دیکھی تو کہا: اے بھتیجے! اللہ کی قسم، اگر مجھے اپنے بعد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بھائیوں پر طعن و تشنیع کا خطرہ نہ ہوتا، نیز قریش یہ نہ سمجھتے کہ میں نے موت کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں کلمہ پڑھ لیتا۔ میں صرف آپ کو خوش کرنے کیلئے ایسا کروں گا۔ پھر جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو عباس نے ان کو ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنا کان لگایا اور (رسول اللہ ﷺ سے) کہا: اے بھتیجے! یقیناً میرے بھائی نے وہ بات کہہ دی ہے جس کے کہنے کا آپ نے اُنہیں حکم دیا تھا۔

(السیرۃ لابن ھشام 418/417/1)

(المغازی لیونس بن بکیر: ص238)

(دلائل النبوۃ للبیھقی: 2/346)

یہ روایت ضعیف ہے۔امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند کا ایک راوی نامعلوم ہے۔اس کے برعکس صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو طالب کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔(تاریخ ابن عساکر: 66/33)



امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سند منقطع ہے۔(تاریخ الاسلام: 2/151)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: ترجمہ: اس کی سند میں ایک مبہم راوی ہے، جس کے حالات معلوم نہیں ہو سکے، نیز یہ اُس کے بعض اہل کی بات ہے جو کہ نام اور حالات دونوں میں ابہام ہے۔اس جیسے راوی کی روایت اگر منفرد ہو تو اس میں توقف کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت سند کے ضعیف ہونے کی بناپر صحیح نہیں۔(البدایہ والنھایہ لابن کثیر: 3/123۔125)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ترجمہ: یہ روایت ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جس میں ایک راوی کا نام ہی بیان نہیں کیا گیا۔اس حدیث کی سند اگر صحیح بھی ہو تو یہ اپنے سے زیادہ صحیح حدیث کے معارض ہے۔اس کا صحیح نہ ہونا مستزاد ہے۔(فتح الباری لابن حجر: 7/184)

امام بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ترجمہ: اس حدیث کی سند میں ایک مبہم راوی ہے جس کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ نام اور حالات دونوں مجہول ہیں۔ اس جیسے راوی کی روایت اگر منفرد ہو تو اس میں توقف کیا جاتا ہے۔(شرح ابی داؤد للعینی الحنفی: 6/176)